بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زبان کی حفاظت، بدزبانی کی نحوست اور
خاموشی کی فضیلت کو اُجاگر کرتی ایک چشم کشا تحریر، بنام

زبان کی آفتیں

مؤلف :

عطاء الرحمن نوری

M.A.,B.Ed.,MH-SET,Journalist

atanoori92@gmail.com

9270969026

AL-BARKAT PUBLICATIONS

Mohalla Patal Nagri, Dharangaon, Dist. Jalgaon, Maharashtra-425105

Near Lal Building, Patil Nursary Line, Mohammad Ali Road, Bhusawal, Dist. Jalgaon

E-mail: albarkatpublication@gmail.com, Mob.: 7385713786 / 9370004283

پتہ: محمد علی روڈ، پاٹل نرسری لائن، بھساول ضلع جلگاؤں (مہاراشٹر)

نام کتاب	:	زبان کی آفتیں
مؤلف	:	عطاء الرحمن نوری، مالیگاؤں
کمپوزنگ	:	عطاء الرحمن نوری، مالیگاؤں
اشاعت	:	بموقع اُردو کتاب میلہ بھیونڈی، دسمبر ۲۰۱۶ء
صفحات	:	۲۴
ناشر	:	البرکات پبلی کیشن، دھرن گاؤں
قیمت	:	15 روپیہ

مِلنے کے پتے

☆ قادری کتاب گھر، غریب نواز چوک، محلہ پتال نگری، دھرن گاؤں، ضلع جلگاؤں (مہاراشٹر)

☆ سیلانی نوری بک ڈپو، اسلام پورہ، جلگاؤں

☆ مدینہ کتاب گھر، آگرہ روڈ، مالیگاؤں

☆ کامیاب کتاب گھر، آشیانہ کالونی، دھولیہ

☆ رضوی کتاب گھر، غیبی نگر، بھیونڈی

☆ نیوسلور بک ایجنسی، بھنڈی بازار، ممبئی

☆ عادل پبلی کیشنز، نانا پیٹھ، پونہ

☆ فاروقی بک ڈپو، اتوارہ بازار، امراوتی

☆ تاج بک دپو، مومن پورہ، ناگپور

☆ الطاف بک ڈپو، نزد سالار جنگ مسجد، بیڑ

☆ شالیمار بک ایجنسی، اورنگ آباد

☆ اقراء ایجوکیشن ٹریڈرس، ایوت محل

☆ مومن بک اسٹال، میرج، ضلع سانگلی

☆ سٹی بک ڈپو، قصاب باڑہ مسجد، مالیگاؤں

☆ پٹیل بک ڈپو، چکھلی، ضلع بلڈانہ

☆ لکی بک سینٹر، نظامی کالونی، ناندیڑ

☆ طٰہٰ بک ڈپو، بشیر گنج، بیڑ

☆ ہُدیٰ دینی بک ڈپو، کولہاپور

☆ تاج الشریعہ کتاب گھر، اورنگ آباد

☆ رونق بک ڈپو، اقبال چوک، بلڈانہ

☆ وطن بک ڈپو، عثمان آباد

☆ نفیس اسٹیشنری، کٹ کٹ گیٹ، اورنگ آباد

☆ شوقی بک ڈپو، انجمن چوک، مالیگاؤں

☆ مکتبہ فیضان نوری، شانتی نگر، بھیونڈی

☆ نایاب کتاب گھر، شے گاؤں، ضلع اکولہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زبان عجائبات صفات الٰہی سے ہے۔اگر چہ وہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے لیکن حقیقت میں جو کچھ موجود ہے وہ سب کچھ اس کے تصرف میں ہے کیوں کہ زبان موجود و معدوم دونوں کو بیان کرتی ہے۔ ہر عضو کی حکومت وجود کے کسی ایک خطے میں ہوتی ہے مگر زبان کی حکومت ساری مملکت وجود پر جاری و ساری ہے۔انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو تمام اعضائے انسانی زبان سے مؤدبانہ عرض کرتے ہیں ”تیری سلامتی میں ہماری سلامتی ہے اور تیرے شر سے ہماری خیر نہیں۔“ زبان سے جب بری بات نکلتی ہے تو دل تاریک و سیاہ ہوتا ہے جب کہ زبان سے حق کے صدور پر دل روشن و تابندہ ہوجاتا ہے۔اس لیے کہ زبان کی تاثیر دل پر زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔زبان جھوٹی ہوجاتی ہے تو دل میں بھی صورتِ کاذبہ کی تصویر آجاتی ہے اور جب جھوٹ کے ساتھ فضول ولغوگوئی بھی شامل ہوتو دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہے یہاں تک کہ کثرتِ کلام سے قلب مرجاتا ہے اور معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کی قابلیت اس میں نہیں رہتی۔اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہوگیا میں اس کے لیے جنت کا کفیل ہوں۔(بخاری وترمذی) حدیث شریف میں آیا ہے کہ زبان ہی کے کرتوت سے اکثر لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ڈھکیلیں گے۔(طبرانی وترمذی) لہٰذا زبان کی حفاظت بہت زیادہ ضروری ہے۔ہمیں چاہیے کہ زبان سے بھلائی اور نیکی کی بات بولے ورنہ خاموش رہے۔ہمیں وہی بات زبان سے نکالنی چاہیے جس میں کوئی ثواب حاصل ہو یا کوئی نقصان رفع ہو اور جس بات کو کرنے سے نہ کوئی ثواب ہو اور نہ ہی کوئی نقصان دور ہوتا ہو تو ایسی بات عبث اور فضول ہے اور ایسی باتوں سے احتراز کرنے کی ضرورت ہے۔

مذہب اسلام نے زبان کے استعمال کے سلسلے میں ہمیں تشنۂ قانون نہیں رکھا ہے۔ بلکہ قرآن واحادیث شریفہ میں زبان کے استعمال واحتیاط پر مکمل قانون موجود ہے۔مگر افسوس اسے دین سے دوری کہہ لیجیے یا کم علمی سے تعبیر کرلیجیے،قصداً یا سہواً غفلت کا شکار ہو کر

ہم زبان کے استعمال میں غیر محتاط نظر آتے ہیں اور جھوٹ،غیبت،سفلہ پن،فحش گوئی،دشنام طرازی،زبان درازی،مسخرہ پن،یاوہ گوئی اور دروغ گوئی کے مرتکب بنتے ہیں۔

ذیل میں مختصراً زبان کی آفتوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ زبان کے صحیح و درست استعمال کی طرف توجہ مبذول ہو اور زبان کی آفتوں سے بچنے کا حتی الامکان جذبہ بھی پیدا ہو۔

پہلی آفت: فضول بات کرنا

ایسی بات نہ کہو جس کے کہنے کی ضرورت نہ ہو اور اس کے کہنے سے کسی قسم کا نقصان یا مضرتِ دینی یا دنیوی نہ ہو۔اگر فضول اور بے ضرورت بات کہی تو حسن اسلام سے نکل جانے کا خدشہ ہے کیوں کہ پیغمبر اسلام مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ لایعنی بات ترک کردے۔لایعنی کلام کی مثال یہ ہے کہ دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے سفر کے احوال،باغ و بوستاں کی کیفیت اور جو کچھ روداد ہو اس کو بے کم و کاست بیان کرنا،یہ سب یاوہ گوئی اور زیادہ گوئی ہے۔اس کی چنداں حاجت نہیں اور نہ کہنے سے ضرر کا کچھ اندیشہ بھی نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی گفتگو ذکر الٰہی سے خالی نہ رکھو کیوں کہ تمہاری زیادہ گفتگو کا ذکر الٰہی سے خالی ہونا شقاوت قلبی کی نشانی ہے اور سخت دلی اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب ہوتی ہے۔ (ترمذی شریف)

مگر آج بالخصوص دوستوں کے ساتھ ایسی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جس میں رودادِ سفر اور احوالِ شب و روز لطف اندوزی کے لیے بیان کیے جاتے ہیں۔فلم بینی کے بعد فلم کی مکمل اسٹوری یارانِ مجلس میں قہقہوں کے ساتھ تفریح طبع اور مزہ کے لیے بیان کرکے دوہرے گناہوں میں ملوث ہوتے ہیں اس لیے کہ گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے۔اسی لیے اگر کسی سے ملاقات پر ایسی بات نہ پوچھو جس کی حاجت نہیں۔

مثلاً:کسی سے پوچھنا کہ تم نے روزہ رکھا ہے،اب اگر وہ جواب میں سچ کہتا ہے تو اس نے عبادت کا اظہار کیا اور جھوٹ کہتا ہے تو گنہگار ہوگا،اس کے جھوٹ بولنے کے

مؤجب ہم ہوں گے کیوں کہ اس نے ہمارے بے جا سوال پر جھوٹ کہا ہے۔اسی طرح کسی شخص سے پوچھا جائے کہاں سے آرہے ہو یا کیا کر رہے ہو تو ممکن ہے کہ وہ اس بات کو چھپانا چاہتا ہو اور وہ جھوٹ کہہ دے۔ یہ سب کلام بے جا اور یاوہ گوئی ہے۔معقول بات وہ ہے جس میں باطل کا دخل نہ ہو۔

منقول ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص اہل بہشت سے یہاں آئے گا۔پس حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ دروازے سے داخل ہوئے۔لوگوں نے انھیں اس عظیم خوش خبری سے باخبر کیا اور دریافت کیا کہ کس عمل کے باعث اس بشارت عظمیٰ سے سرفراز کیے گئے۔فرمایا کہ میرا عمل تو بہت تھوڑا ہے لیکن میں نے کبھی بھی اس کے بارے میں لوگوں سے دریافت نہیں کیا جس کام سے میرا کوئی تعلق نہیں اور نہ میں نے لوگوں کی بدخواہی کی۔ جو بات ایک لفظ میں ادا ہو سکتی ہو اگر اس کو دو لفظوں میں بیان کیا جائے تو یہ دوسرا لفظ فضول ہے۔

شاہکارِ دست قدرت مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک بخت وہ شخص ہے جس نے یاوہ گوئی سے خود کو روکا اور (راہِ خدا) میں زیادہ مال صرف کیا۔لیکن لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں کہ مال کو فضول اور بے کار دَبا کر رکھتے ہیں اور کلام فضول صرف کرتے ہیں۔مزید فرمایا: آدمی کو زبان درازی سے بدتر کوئی چیز نہیں دی گئی۔ذہن نشین رہے کہ ہمارا ہر جملہ حساب میں لکھا جائے گا۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ترجمہ: ”کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔“ (سورہ ق، آیت ۱۸، پارہ ۲۶، کنزالایمان)

دوسری آفت: باطل سخن

زبان کی دوسری آفت وہ سخن ہے جو محض باطل اور معصیت میں کیا جائے۔ باطل سے مراد وہ کلام جو بدعات میں کیا جائے اور معصیت (گناہ) یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے گناہ، فسق و فجور کی باتیں، شراب نوشی کی مجلسوں اور فسق وفجور کی حکایات بیان کی جائیں۔ایک دوسرے سے فحش باتیں کرنا یا اس طرح فحش باتیں بنائیں جس کو سن کر دوسروں

کو ہنسی آجائے۔ یہ تمام باتیں معصیت میں داخل ہیں۔

یہ پہلی آفت سے زیادہ سخت ہے کیوں کہ پہلی آفت میں صرف مرتبے اور درجات کا نقصان تھا مگر اس میں تو گناہ ہے۔رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایسا ہوگا کہ ایک بات ایسی کہے جس کا اس کو خوف نہ ہو اور اس کو حقیر نہ جانے آخر کار یہی بات اس کو قعرِ جہنم تک پہنچائے گی اور کوئی ایسا ہوگا کہ بے تکلف ایک بات کہے اور وہ بات اس کو بہشت میں لے جائے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن آدم کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اس کو عذاب الٰہی سے نجات دلا دے سوائے ذکر الٰہی کے۔(ابن ماجہ)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کا ہر کلام اس کے لیے وبال ہے اس کو اس کا کوئی نفع نہیں ملتا سوائے نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے اور ذکر الٰہی کے۔(ابن ماجہ)

زبان کو بند رکھنا یہ نہایت ہی مشکل امر ہے لہٰذا زبان سے کوئی ایسا جملہ نہ نکالیں جس کا دنیا وآخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو اور ہر وہ کلام جس میں بھلائی نہ ہو وہ وبال ہے اور بہترین کلام زبان سے ادا ہونے والے کون سے ہیں؟ تو فرمایا کہ نیکی کا حکم کرنا، برائی سے روکنا اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنا۔

تیسری آفت: بحث کرنا

بحث کرنا، جھگڑنا زبان کی تیسری آفت ہے۔آقائے کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک جھگڑے کا کفارہ دو رکعت نماز ہے۔جھگڑا کرنے میں یہ بھی ہے کہ کسی کے کلام پر حرف گیری نہ کی جائے۔کسی کے کلام کے نقص کو ظاہر کرنا حرام ہے کیوں کہ اس سے قلبی رنج ہوتا ہے اور کسی مسلمان کو بغیر ضرورت رنج دینا مناسب نہیں ہے اور لوگوں کے کلام کی خطا اور غلطی ظاہر کرنا فرض نہیں ہے بلکہ خاموش رہنا ایمان کی دلیل ہے۔البتہ بطور نصیحت خلوت میں حق بات کو ظاہر کردو بشرطیکہ قبولیت کی اُمید ہو اگر نہ ہو تو خاموش رہنا مناسب ہے۔جھگڑوں سے بچنے والوں کو مژدۂ جانفزا سناتے ہوئے مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: جو کوئی بات چیت میں مخالفت اور جھگڑا کرنے سے باز رہے گا اور بے جا گفتگو نہ کرے گا اس کے لیے جنت کا محل ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر ایک جھگڑے کا جو تم کسی کے ساتھ کرو گے کفارہ یعنی دو رکعت نماز ہے۔

بحث سے بچنا صرف مذہبی اُمور ہی میں نہیں بلکہ نجی زندگی کے معمولات میں بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ آم میٹھا ہے اور تم کہو کہ نہیں تُرش ہے، یا کوئی کہے کہ یہاں سے فلاں جگہ کا فاصلہ سو کلومیٹر ہے اور تم کہو کہ نہیں ایک سو دس کلومیٹر ہے، صوفیائے کرام نے اس انکار کو بھی نازیبا تصور کیا ہے۔ اس لیے کہ بھرے مجمع میں اس طرح کا عمل دلی رنج کا باعث بنتا ہے۔ البتہ بطور نصیحت خلوت میں حق بات کو ظاہر کر دو بشرطیکہ قبولیت کی اُمید ہو اگر نہ ہو تو خاموش رہنا مناسب ہے۔

منقول ہے کہ شیخ داؤد طائی نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ باہر کیوں نہیں نکلتے؟ انہوں نے کہا کہ میں مجاہدے میں رَہ کر خود کو بحث و مباحثے اور لڑائی جھگڑے سے باز رکھتا ہوں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مجلس میں آؤ، مباحثے سنو، مناظرے دیکھو لیکن جواب مت دو۔ آپ نے کہا میں نے ایسا کیا لیکن اس سے دشوار تر اور کوئی مجاہدہ میں نے نہیں پایا۔

چوتھی آفت: جھگڑا کرنا

مال کے سلسلے میں جھگڑا کرنا زبان کی چوتھی آفت ہے۔ مختارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی بغیر علم کے کسی سے جھگڑا کرے، رب تعالیٰ اس سے ناخوش ہوگا جب تک وہ خاموش نہ رہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مسلمان باوجود حق پر ہونے کے جھگڑے سے دست بردار ہو جائے تو اس کے لیے اعلیٰ جنت میں محل تیار ہوگا۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

حق پر ہونے کے بعد خاموش بیٹھنا بہت دشوار ہے اسی لیے حق پر ہو کر جھگڑے سے علاحدہ ہو جانا ایمان کا کمال شمار کیا گیا ہے۔ بزرگانِ دین نے فرمایا: مال کے سوا کوئی اور ایسی چیز نہیں ہے، جو دل کو پریشان کرے اور عیش کو تلخ کرے اور بھائی چارے میں خلل

انداز ہو۔ کوئی زاہد مال کے سلسلے میں خصومت (عداوت، دشمنی) نہیں کرے گا کیوں کہ بغیر یاوہ گوئی کے جھگڑا ختم نہیں ہوگا اور جو زاہد ہے وہ یاوہ گوئی (بے ہودہ باتیں) نہیں کرے گا۔

آج معاشرے کی عجیب حالت ہے۔ لوگ اقربا پروری اور طرف داری کا شکار ہے۔ جب کہ انھیں بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس کی طرف سے بول رہے ہیں وہ باطل پر ہے۔ ایسے لوگوں کے حوالے سے قرآنِ مقدس میں رب ذاالجلال ارشاد فرما رہا ہے ”وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا“ اور دغاوالوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔ (پ/۵، سورۂ نساء، آیت/۱۰۵)

یعنی مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جن لوگوں کا خائن و بد دیانت ہونا ثابت ہو جائے ان کی حمایت وطرف داری ہرگز نہ کرو چاہے وہ تمہارے اپنے ہوں یا غیر ہوں، یا غیر مسلم، عزیز ہوں یا دوست، امیر ہوں یا غریب، بااثر ہوں یا عام شہری کہ ان کی حمایت وطرف داری ایک تو عدل وانصاف کے خلاف ہے دوسرے اس طرح معاشرے میں یہ مرض بڑھے گا اور یوں پوری قوم کا کردار داغدار ہو جائے گا۔

لفظ یا معنی میں غلطی اور نقص نکالنا جھگڑا کہلاتا ہے اور اکثر یہ دو وَجہ سے ہوتا ہے۔ اول تو کبر کی بنا پر کہ اپنی بڑائی اور لسانی یا تیز زبانی کا اظہار مقصود ہوتا ہے، دوم دوسرے شخص کو خاموش کرانے یا عاجز بنانے کا شوق ہو جاتا ہے اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ جو بات واقعی اور حق ہو تو اس کو تسلیم کرے اور جتنی خلاف واقع یا غلط ہو تو اس پر سکوت اختیار کرے البتہ اس غلطی کے ظاہر کرنے میں کوئی دینی فائدہ ہو تو اس وقت سکوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے مگر پھر بھی اس کا ضرور خیال رکھے کہ جو کچھ بیان کرے وہ نرمی اور سہولت سے بیان کرے اور تکبر و سختی کے ساتھ نہ کہے۔

پانچویں آفت: فحش گوئی

پانچویں آفت فحش گوئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص پر جنت حرام ہوگی جو فحش گوئی کرے گا۔ حضور علیہ التحیۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا: دوزخ میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے منہ سے نجاست نکلے گی اور اس کی بدبو سے تمام دوزخی

فریاد کریں گے اور دریافت کریں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ ان کو بتایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فحش گفتاری کو پسند کرتے تھے اور فحش بکتے تھے۔ شیخ ابراہیم بن میسرہ نے کہا ہے کہ جو کوئی فحش بات کہے گا قیامت میں اس کا منہ کتے کا ہوگا۔ (اللہ اکبر)

افسوس!

آج غیر قوموں کی طرح اُمت مسلمہ بھی فحش کلامی کے مرض میں مبتلا ہے۔ گالی گلوچ تکیۂ کلام بنتے جارہے ہیں۔ نہ زبان کے استعمال میں محتاط روش ہے اور نہ ہی کسی کی عزت وآبرو کی پرواہ۔ بے دھڑک نازیبا کلمات کے ذریعے قلبِ مومن کو پارہ پارہ کردیا جاتا ہے۔ بے جھجک گالیوں کے ذریعے عزت کے قلعے کو پل بھر میں مسمار کردیا جاتا ہے۔ زبان درازی سے جہاں بڑوں کی بے ادبی کی جاتی ہے وہیں دروغ گوئی کے ذریعے آبروئے مومن کے ساتھ کھلواڑ بھی کیا جاتا ہے۔ جب کہ ہمارے اسلاف کرام الفاظ وبیان کے معاملے میں کس قدر محتاط تھے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی کُتّے کو بھی کُتّا نہیں کہا کیوں کہ لفظ ’’کُتّا‘‘ گالی یا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ (سوانح حضرت اویس قرنی)

شاید اسی لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے منہ میں کنکریاں رکھتے تھے تاکہ زیادہ بات نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زبان سے زیادہ کوئی چیز قید کرنے کے لائق نہیں ہے۔ محتاطی کا یہ عالم ہے کہ شیخ ربیع ابن خیثم نے بیس سال تک دنیا کی کوئی بات نہیں کی، وہ صبح کو اُٹھتے تو قلم اور کاغذ لے کر جو بات کہنا ہوتی، اس کو لکھ لیتے اور اس کا حساب دل میں کرتے۔ خود اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: ’’ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔‘‘ (پ ۵، نساء، آیت ۱۱۴)

یعنی وہی بات بہتر ہے جس میں خیرات کا حکم ہو یا نیکی کی دعوت دی جائے اور برائی سے منع کیا جائے۔ اسی لیے مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کا ہر کلام اس کے لیے وبال ہے اس کو اس کا کوئی نفع نہیں ملتا سوائے نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے اور ذکر الٰہی کے۔ (ابن ماجہ)

چھٹی آفت: لعنت کرنا

لعنت کرنا زبان کی چھٹی آفت ہے۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن لعنت نہیں کرتا ہے۔ منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ایک عورت شامل تھی اس نے ایک اونٹ پر لعنت کی سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ سے کجاوہ اُتار کر اس کو قافلے سے باہر نکال دو کہ یہ ملعون ہے۔ کئی روز تک وہ اونٹ اِدھر اُدھر پھرتا رہا اور کوئی اس کے پاس نہیں جاتا تھا۔ اللہ اکبر! اگر کسی نے کسی جانور پر لعنت کردی تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لعنتی جانور کو قافلے سے باہر نکال دیا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جانوروں اور مکوڑوں کو بھی لعنت کرنا برا ہے۔ لعنت کے معنی ہے اللہ کی رحمت سے دور ہوجانا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی زمین یا کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ چیز کہتی ہے کہ اس پر لعنت ہو جو ہماری بہ نسبت زیادہ گناہ گار ہے۔ ایک روز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی پر لعنت کی۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لعنت سن کر فرمایا: (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کو لعنت کرنا درست نہیں۔ رب کعبہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کی تین بار تکرار فرمائی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس فعل سے توبہ کی اور اس کے کفارے میں ایک غلام آزاد کیا۔ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لعنت مت کرو۔ ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان پر لعنت کرنا اور اسے قتل کرنا دونوں یکساں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ’’تیرے دل کا تسبیح میں مشغول رہنا، ابلیس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے‘‘۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ جب شیطان پر لعنت کرنا درست نہیں تو پھر مسلمان پر لعنت کرنا کس طرح درست ہوگا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عمر بھر ابلیس پر ایک بار بھی لعنت نہ کرے تو اس سے قیامت میں یہ پُرسش نہیں ہوگی کہ تو نے ابلیس پر لعنت کیوں نہیں کی لیکن جب کسی شخص پر لعنت کرے گا تو آخرت کی باز پُرس کا اندیشہ ہے کہ تو نے لعنت کیوں کی۔

البتہ ایسے لوگوں پر لعنت کی جاسکتی ہے جو بد ہوں جیسے: کہے کہ ظالموں پر لعنت ہے، کافروں، فاسقوں اور بدمذہبوں پر لعنت ہے۔منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہی کافروں پران کا نام لے کر لعنت کی ہے کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ وہ کبھی مسلمان نہیں ہوں گے۔

ساتویں آفت: مذاق کرنا

ساتویں آفت بذلہ سنجی (لطیفہ گوئی) اور مذاق ہے۔کسی کا مذاق اُڑانا اور اس کی بات اور اس کے فعل کو اس طرح نقل کرنا کہ رنجیدہ ہو تو یہ حرام ہے۔حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ترجمہ: ''اور نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں''۔
(پارہ ۲۶،سورۃ الحجرات، آیت ۱۱، کنزالایمان)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق کرنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے، ہاں تھوڑی سی ظرافت کبھی کبھی مباح ہے اور حسنِ اخلاق میں داخل ہے بشرطیکہ اس کو عادت نہ بنا لیا جائے۔زیادہ بذلہ سنجی اور ظرافت سے بھی وقت ضائع ہوتا ہے اور ہنسی کا موجب ہوتا ہے اور ہنسی سے انسان کا دل سیاہ پڑ جاتا ہے اور ہنسی مذاق میں اکثر جھگڑا بھی ہوجاتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ظرافت کرتا ہوں لیکن سوائے سچ کے کچھ اور نہیں کہتا۔آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے ایک بات کہتا ہے اور اسی بات کی بدولت اپنے درجہ سے زیادہ گر جاتا ہے۔جو بات بہت زیادہ ہنسی کا موجب ہو وہ بُری ہے۔ہنسی مسکراہٹ یا تبسم سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔

چنانچہ حضرت نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ مدینہ منورہ میں جب کوئی نیا میوہ آتا تو وہ اس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے اور کہتے یہ ہدیہ ہے۔جب اس کا مالک قیمت (روپے) طلب کرتا تو وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے کہتے کہ تمہارا میوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے روپے مانگو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس بات پر تبسم فرماتے اور روپے ادا فرما کر حضرت نعمان انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھتے کہ تم میوہ کیوں لائے تھے۔وہ جواب دیتے

کہ میرے پاس مال نہیں ہے کہ میں اس کو خریدتا اور میرا دل یہ بھی گوارا نہیں کرتا تھا کہ اس نئے میوے کو آپ سے پہلے کوئی کھائے۔اس طرح کی متعدد مثالیں سیرت کے باب میں ملتی ہے۔

مذکورہ روایت میں ظرافت کا پہلو تو ہے مگر دور دور تک جھوٹ کا عمل دخل نہیں ہے۔

لہٰذا حق بات کے سوائے اور کچھ نہ کہے کیوں کہ جھوٹ مذاق میں بھی حرام ہے اور زیادہ ہنسی مذاق سے وقت ضائع ہوتا ہے اور زیادہ ہنسی سے انسان کا دل سیاہ ہوجاتا ہے اور کبھی کبھی یہی ہنسی مذاق جھگڑے کا باعث بنتی ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک اعرابی اونٹ پر سوار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس نے سلام کیا اور چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جاکر آپ سے کچھ دریافت کرے، ہر چند وہ آگے بڑھنا چاہتا لیکن اونٹ پیچھے ہٹ جاتا تھا، صحابۂ کرام ہنسنے لگے، آخر کار اونٹ نے اس اعرابی کو گرادیا اور وہ بے چارہ اس صدمے سے مرگیا، اصحاب رسول نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص گر کر ہلاک ہوگیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تمھارے منہ اس کے خون سے بھرے ہیں یعنی تم اس پر ہنس رہے تھے یعنی ہماری ہنسی قلب مومن کی تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔

ایک صالح مومن کے قلب کی اہمیت وافادیت وفضیلت احادیث مبارکہ میں بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔مگر آج چند لمحے کی تفریح طبع کی خاطر قلب مومن کو پارہ پارہ کر دیا جاتا ہے۔جس سے انسانی دل زخم خوردہ ہوجاتا ہے جب کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے ایک بات کہتا ہے اور اسی کی بدولت اپنے درجہ سے اتنا زیادہ گر جاتا ہے جتنا کہ آسمان سے زمین پر۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی استہزا کرے اور دوسرے لوگوں پر ہنسے تو قیامت کے دن بہشت کا دروازہ کھولیں گے، اس کو بلائیں گے مگر اس کو اندر داخل نہیں ہونے دیں گے، جب وہ لوٹے گا تو پھر اس کو بلائیں گے اور دوسرا دروازہ کھولیں گے اسی طرح چند بار کیا جائے گا کہ جب وہ نزدیک آئے گا دروازہ بند کردیا جائے گا، پھر ہر چند اس کو بلایا جائے گا لیکن وہ نہیں آئے گا کیوں کہ وہ سمجھے گا کہ اس کی تحقیر کی جارہی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میں جانتا ہوں اگر تم وہ جان لوتو تھوڑا ہنسو

گے اور بہت زیادہ روئے گے۔ مگر آج مقام افسوس یہ ہے کہ لوگ اپنے ذہنی تناؤ اور خوش طبعی کے لیے لافٹر ہاؤس (ہنسنے کا گھر) شوق سے جاتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی خوب زور زور سے ہنستے ہیں یا پھر ٹیلی ویژن پر ایسے پروگرامات دیکھتے ہیں جو تفریح طبع کے لیے فلمائے جاتے ہیں اور کامیڈین کے ذریعے کی گئی ہر جائز و ناجائز بات پر مزح کا پہلو تلاش کرتے ہوئے قہقہہ لگاتے ہیں۔

آٹھویں آفت: جھوٹا وعدہ کرنا

جھوٹا وعدہ کرنا زبان کی آٹھویں آفت ہے۔ حدیث مبارکہ میں وعدہ خلافی کرنا منافق کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعدہ قرض کی طرح ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اوصاف میں فرمایا: ''**انه کان صادق الوعد**''۔ ترجمہ: ''بے شک وہ وعدے کا سچا تھا۔''

(پارہ ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۵۴، کنزالایمان)

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کسی مقام پر کسی سے ملنے کا وعدہ کیا اور وہ شخص نہیں آیا۔ آپ نے تین دن تک وہاں اس کا انتظار کیا تا کہ وعدہ پورا ہو جائے۔ ایک صحابی رسول فرماتے ہیں کہ میں نے شاہکارِ دست قدرت مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور میں نے کہا کہ میں فلاں جگہ آپ سے ملاقات کے لیے آؤں گا، میں بھول گیا۔ تیسرے دن مجھے یاد آیا تو میں وہاں گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں میرے انتظار میں موجود تھے۔ آپ فرمانے لگے۔ ''اے جواں مرد! تین دن سے میں تمھاری راہ دیکھ رہا ہوں''۔ اس کے بعد سے شریعت مصطفوی کا یہ قانون بن گیا کہ اگر کسی شخص سے کسی جگہ ملنے کا وعدہ کیا ہے تو اس جگہ اگلی نماز کے وقت تک ٹھہرنا ضروری ہے۔

جھوٹ بہت بڑا عیب اور بدترین گناہ کبیرہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں اَن گنت برائیاں محض جھوٹ کی وجہ سے پروان چڑھتی ہیں۔ جھوٹ بظاہر ایک گناہ ہے لیکن اس سے ہزاروں گناہ جنم لیتے ہیں۔ جھوٹے آدمی پر کوئی اعتماد اور بھروسہ نہیں کرتا اور نہ اس کی کسی بات کا کوئی اعتبار رہتا ہے۔ جو آدمی جھوٹا ہوتا ہے اس کی سچ بات بھی مشکوک و مشتبہ ہو

جاتی ہے۔ غرض جھوٹا آدمی دنیا میں بھی بے اعتبار و ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب نار کا مستحق ہوتا ہے۔

جھوٹ کی برائی اور جھوٹ کی مذمت کے لیے یہی کافی ہے کہ قرآن حکیم میں متعدد جگہوں پر ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ'' تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔ (سورۂ آل عمران)

لعنت کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ کہ بندہ جھوٹ بول کر اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔ کثیر احادیث کریمہ جھوٹ کی مذمت اور جھوٹے شخص کے ملعون و مردود ہونے کے بارے میں موجود ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں جس میں پائی جائے وہ منافق ہے اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک پائی جائے اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت موجود ہے جب تک کہ وہ اسے ترک نہ کردے۔ وہ خصلتیں یہ ہیں (۱) جب اس کو امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۳) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ (۴) جب جھگڑا کرے تو بے ہودہ باتیں یعنی گالی گلوچ کرے۔

(بخاری، جلد اول ص ۱۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ کے دوران فرمایا ''لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ'' اس کا ایمان کامل نہیں جس میں امانت نہیں اور جو شخص عہد کا پابند نہیں اس کا بھی ایمان کامل نہیں۔

(برکات شریعت، مجلد، ص ۱/۹۰)

ایمان کے کمال کے لیے ضروری ہے کہ ہم امانت اور ایفائے عہد کو لازم پکڑیں۔ خیانت کرنے والا اور وعدہ خلافی کرنے والا کامل مومن نہیں ہو سکتا اور ظاہر سی بات ہے کہ جب ایمان کامل نہ ہو گا تو کامیابی بھی نہیں مل سکتی۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ وعدہ کریں تو اسے نبھائیں اور کوئی امانت رکھیں تو اس کی حفاظت بھی فرمائیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رومیوں کے درمیان ایک عارضی معاہدہ ہوا، جب اس معاہدہ کے اختتام کا وقت قریب آنے لگا حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا لشکر لے کر روم کی سرحد کی طرف بڑھنے لگے تاکہ جس روز معاہدہ ختم ہو دشمن کو مہلت دئے بغیر اس پر حملہ کر دیا جائے۔ ایک سوار نے دیکھا کہ وہ صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور پکارنے لگا ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدَرَ'' اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے، معاہدہ پورا کیا جائے دھوکہ اور خیانت نہ کی جائے۔ لوگوں نے انہیں پاس بلا کر پوچھا تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ جس کا جس قوم سے معاہدہ ہو تو اس وقت نہ کوئی گرہ کھولی جائے اور نہ باندھی جائے جب تک وقتِ مقررہ نہ آجائے یا کسی وجہ سے معاہدہ منسوخ نہ کیا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد سنتے ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ ملتوی کر دیا اور لشکر کو واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ (مرجع سابق)

صحابۂ کرام علیہم الرضوان وعدہ خلافی کی خیانت کو بڑا گناہ تصور کرتے اور یہی وجہ ہے کہ وہ تو اس سے بچتے اور دوسروں کو بچانے کی جدوجہد بھی فرماتے۔ میدان سکون ہو یا میدان جنگ ہر مقام پر اس کا لحاظ رکھتے۔ کاش ہم بھی امانت کا اسی طرح خیال رکھتے جس طرح ہمارے اسلاف نے خیال رکھا تو آج ہم جن حالات سے دوچار ہیں ان کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

نویں آفت: جھوٹی قسم کھانا

جھوٹ بات کہنا اور جھوٹی قسم کھانا زبان کی نویں آفت ہے اور یہ سخت گناہ ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''دروغ'' نفاق کا ایک دروازہ ہے اور فرمایا ''دروغ گوئی رزق کی کمی کا سبب ہوتی ہے۔ مزید فرمایا کہ بندے کی ایک ایک دروغ بات خداوند تعالیٰ کے حضور میں لکھی جاتی ہے۔ آج کل جھوٹ گھریلو نجی زندگی سے پروان چڑھ کر تجارتی میدانوں کو بھی اپنے دامِ فریب میں لے چکا ہے۔ وہ تاجر جو زیادہ منافع کی خاطر گاہکوں سے جھوٹ کہہ کر رزق کی برکت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں انھیں اس حدیث شریف سے درس حاصل کرنا چاہیے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا ''تاجر لوگ فاجر ہیں'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا خرید و فروخت حلال نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ قسم کھاتے ہیں اور گناہ گار بنتے ہیں پھر جھوٹ بولتے ہیں''۔ جب کہ حدیث مبارک میں ہے کہ مومن بخیل تو ہو سکتا ہے مگر جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہے کہ میرا دو سالہ بچہ کھیلنے کے لیے باہر جا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ مت جاؤ، میں تمھیں کھانے کے لیے کچھ دوں گا۔ اس وقت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تم اس بچے کو کیا دو گے؟ میں نے عرض کیا کہ میں اس کو خرما دوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کچھ نہ دیتے تو یہ تمھارا جھوٹ لکھا جاتا۔ جناب میمون ابن شبیب کہتے ہیں کہ میں خط لکھ رہا تھا، اسی وقت ایک بات دل میں آئی، اگر خط میں اس کو تحریر کرتا تو حسنِ بیان میں اضافہ ہوتا لیکن وہ جھوٹ تھی، پس میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اس کو نہیں لکھوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عتبہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد حضرت عمر بن عبدالعزیز (علیہ الرحمہ) کے پاس گئے، میں اس وقت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا، جب ہم وہاں سے واپس ہوئے تو لوگ کہنے لگے کہ یہ خلعت امیر المومنین نے دی ہے، میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ سن کر میرے والد نے فرمایا کہ اے فرزند! ہرگز جھوٹ نہ بولو اور جھوٹ کے مانند بھی بات زبان سے نہ نکالو تمھاری یہ بات جھوٹ کے مشابہ ہے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی آنکھ دُکھ رہی تھی۔ ان کی آنکھ کے کنارے کوئی چیز (کیچڑ) جمع ہو گئی، لوگوں نے صاف کرنے کو کہا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے طبیب سے وعدہ کیا تھا کہ آنکھ کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا، اب اگر میں اس کو صاف کر لوں تو یہ میری دروغ گوئی ہو گی۔

دروغ اس وجہ سے حرام کیا گیا ہے کہ یہ دل پر اثر کرتا ہے اور دل کو تاریک بنا دیتا ہے۔ دروغ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بات کہنے کے لائق نہیں ہے۔ البتہ دو شخصوں کے درمیان لڑائی، میاں بیوی کا بگاڑ، مال کا نقصان، راز کا فاش ہونا یا کسی مصیبت کے شکار کا یقین ہو تو ان تمام صورتوں میں دروغ گوئی مباح ہے کیوں کہ ان تمام باتوں کی قباحت، دروغ کی

برائی سے زیادہ ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جب بھوک سے مرجانے کا اندیشہ ہو رو مُردار کھانا حلال ہوجاتا ہے کیوں کہ جان کی حفاظت ،مُردار کھانے کی قباحت سے زیادہ اہم ہے۔ہاں اگر ایسی کوئی بات نہ ہو تو جھوٹ بولنا درست نہیں ہوگا پس جو شخص مال کی زیادتی ،خودستائش،لفاظی یا بلند مرتبے کے اظہار کے لیے دروغ گوئی سے کام لے گا وہ حرام ہوگا۔

دسویں آفت: غیبت کرنا

دسویں آفت ''غیبت'' ہے اور یہ بَلا عالمگیر ہے۔حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیبت کرنے والوں کو مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے والے سے تشبیہ دی ہے۔

(سورہ الحجرات، پ ۲۶، آیت ۱۲، کنزالایمان)

مفسر شہیر صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کی غیبت پسند نہیں کرتا تو مسلمان بھائی کی غیبت بھی گوارا نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کے مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کی بدگوئی سے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور درحقیقت گوشت سے زیادہ آبرو پیاری ہوتی ہے۔

(خزائن العرفان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: غیبت سے پرہیز کرو کیوں کہ غیبت زنا سے بدتر ہے۔زانی کی توبہ تو قبول کرلی جاتی ہے مگر غیبت کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی جب تک وہ شخص معاف نہ کردے،جس کی غیبت کی گئی ہے۔حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ جو غیبت سے توبہ کر کے مرے گا وہ سب سے آخر میں بہشت میں جائے گا اور اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو سب سے آگے دوزخ میں داخل ہوگا۔

آج شاید کوئی ایسا ملے جو غیبت کے گناہ میں مبتلا نہ ہو، ہر دو کی ملاقات پر کسی تیسرے کی غیبت کی جاتی ہے، گویا غیبت کوئی گناہ ہی نہ ہو۔آج کل آپس میں ناراضگی، دل آزاری، خون خرابہ اور دشمنی یہ سب اسی وجہ سے ہے۔ہم ان برائیوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے

اور ان میں گرفتار ہوتے چلے جاتے ہیں جب کہ قرآن وحدیث کے مطابق جو اپنے بھائی کی غیبت کرتا ہے تو گویا اس کا گوشت کھاتا ہے۔ایک سلیم الطبع اور حساس شخص کے لئے غیبت سے بچنے کے لیے یہ احساس ہی کافی ہے کہ غیبت کرنا مرے ہوئے بھائی کو گوشت کھانے جیسا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیبت کرنے والوں کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کو بدبو فرمایا اس لیے کہ جب دو لوگ غیبت کرتے ہیں گویا ایک دوسرے سے مل کر اس کی نفرت وکدورت دل میں پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس شخص کا وقار مجروح ہوتا ہے اور وہ نفرتوں کا شکار ہوجاتا ہے اور معاشرے میں نفرتوں کا پھیلاؤ ہوتا ہے جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدبو سے تعبیر فرمایا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک ہر وہ بات غیبت میں داخل ہے کہ اگر سننے والا سن لیتا تو اس کو بری لگتی۔چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا: صفیہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ایسی ہیں (یعنی پستہ قد) اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر وہ سمندر میں ملایا جائے تو سمندر پر بھی وہ غالب آجائے۔

(امام احمد، ترمذی، ابوداؤد)

یعنی یہ بھی غیبت میں شمار ہے اور اس کی نحوست کا عالم یہ ہے کہ اگر سمندر میں ڈال دیا جائے تو اس کو متأثر کردے، اس سے ثابت ہوا کہ کسی پستہ قد کو ناٹا، ٹھگنا، اور بَوْنا کہنا بھی غیبت میں داخل ہے جب کہ بلا ضرورت ہو اور ضرورت یہ ہو کہ ایک ہی نام کے کئی افراد ہوں تو شناخت کے طور پر کہہ سکتے ہیں مگر عام حالات میں ایسا کہنا جائز نہیں، یوں ہی کسی کی آنکھ میں خرابی ہوتی ہے تو اس کو کانا اور پاؤں سے معذور ہو تو اسے لنگڑا کہتے ہیں یہ بھی غیبت ہے اور ظاہر کرنے کی ضرورت ہو تو یوں کہنا مناسب ہے کہ فلاں شخص جس کی آنکھ میں کچھ خرابی ہے یا جس کا پاؤں کچھ خراب ہے۔غرض کہ حتیّ الامکان مومن بھائی کو تکلیف دینے اور اس کا مذاق اڑانے سے پرہیز کریں۔

چند صورتوں میں خاص لوگوں کی غیبت کرنا جائز ہے، جیسے:

(۱) مظلوم شخص ظلم رفع کرنے کے لیے ظالم کی شکایت کرے تو گناہ نہیں ہے۔ مگر ظالم کا عیب ایسے کے سامنے بیان کرنا چاہیے جو سزا دینے یا ظلم رفع کرنے کی قدرت رکھتا ہو ورنہ بدستور غیبت میں داخل اور حرام ہے۔

(۲) کسی شخص سے کوئی بدعت یا خلافِ شرع امر کے رفع کرنے میں مدد لینی ہو یا کسی کو اس کے فتنہ سے بچانا ہو۔

(۳) مفتی سے فتویٰ لینے کے لیے استفتاء میں امر واقعی کا اظہار کرنا بھی جائز ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص کسی سے نکاح یا خرید وفروخت کا معاملہ کرتا ہے اور تمہیں علم ہو کہ اس معاملہ میں ناواقفیت کی وجہ سے اس کا نقصان ہے تو اس کو نقصان سے بچانے کے لیے اس کا حال بیان کر دینا بھی جائز ہے۔

گیارھویں آفت: غمازی کرنا

زبان کی تیسری آفت غمازی (ایک کی بات دوسرے سے لگانا) اور سخن چینی (دوُرخا پن) ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ترجمہ: ذلیل بہت طعنہ دینے والا، دوُرخا پن کرنے والا۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ ترجمہ: خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب لگائے اور پیٹھ پیچھے بدی کرے (سورۂ الهمزة، پارہ/۳۰، آیت/۱، کنزالایمان)

ان آیتوں سے مراد دوُرخا پن ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بدترین شخص فرمایا جو لوگوں میں فتنہ پیدا کرے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ جنت کے قریب آٹھ قسم کے لوگ نہیں پہنچ سکیں گے، غماز بھی اسی میں سے ایک ہے۔

منقول ہے کہ بنی اسرائیل قحط سے دوچار ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس دعائے باراں کے لیے گئے، لیکن دعا کے باوجود بارش نہیں ہوئی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! میں تمھاری دعا قبول نہیں کروں گا کہ تمھاری جماعت میں ایک غماز موجود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی! مجھے اس کی نشانی بتا تاکہ میں اسے جماعت سے نکال دوں، خدائے تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں غماز سے ناخوش

ہوں تو میں کس طرح غمازی کروں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر ہر ایک نے غمازی سے توبہ کی اور پھر بارانِ رحمت کا نزول ہوا۔

منقول ہے کہ ایک شخص اپنے ایک غلام کو بیچ رہا تھا، خریدار سے اس نے کہا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے بجز اس کے کہ یہ غماز اور فتنہ انگیز ہے۔ خریدار نے کہا کہ اس عیب کی کوئی پروا نہیں اور غلام کو خرید لیا۔ چند روز کے بعد غلام نے مالک کی بیوی سے کہا کہ میرے آقا آپ سے پیار نہیں کرتے ہیں۔ وہ ایک اور کنیز مول لے رہے ہیں، میں ایک منتر دوں گا، آقا جب سو جائیں تو آپ ان کی ٹھڈی کے نیچے کے چند بال تراش کر مجھے دے دینا، وہ اس منتر کے بعد آپ سے خوب پیار کریں گے۔ عورت سے تو غلام نے یوں کہا اور اپنے آقا سے کہا کہ آپ کی بیوی ایک اور شخص پر فریفتہ ہے اور وہ آپ کو مار ڈالنا چاہتی ہے، آپ میری بات آزما لیجیے، آپ نیند کا بہانہ بنا کر لیٹ جایئے، آپ پر حقیقت روشن ہو جائے گی۔ مالک نے ایسے ہی کیا، اُدھر وہ عورت اُسترا لے کر آئی اور اس نے بال تراشنے کے لیے شوہر کی داڑھی پر ہاتھ رکھا، شوہر کو یقین ہو گیا کہ یہ مجھے قتل کرنا چاہتی ہے پس اس نے فوراً اُٹھ کر بیوی کو قتل کر دیا۔ عورت کے ورثاء کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے مالک یعنی شوہر کو بھی قتل کر دیا، طرفین میں لڑائی ہو گئی اور بہت سے لوگ بے قصور قتل ہوئے۔

بارھویں آفت: لگائی بجھائی کرنا

زبان کی بارھویں آفت دو دشمنوں کے درمیان لگائی بجھائی (دورخی) کرنا ہے یعنی ہر ایک سے ایسی بات کہنا جو اس کو پسند آئے، پھر ہر ایک کی بات دوسرے تک پہنچا دینا، یہ بات غمازی سے بھی بدتر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا میں دوغلا پن کرے گا قیامت میں اس کی دو زبانیں ہوں گی۔ ایسا شخص جو دشمن سے دوستی رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ جب وہ کسی سے ایک بات سُنے تو خاموش ہو جائے، ایک کی بات دوسرے سے نہ لگائے اور ہر ایک سے اس طرح نہ کہے کہ ''میں آپ کا خیر خواہ ہوں''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ جب ہم امراء کے پاس جاتے ہیں تو جیسی باتیں وہاں کہتے ہیں وہاں سے واپس آ کر ہم ویسا نہیں کرتے۔ انہوں نے

جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں ہم اس طریقے کو نفاق سمجھتے تھے۔

یعنی جب کوئی شخص سلاطین کے پاس بغیر ضرورت کے جائے اور تملق سے اس طرح باتیں کرے جس طرح وہ ان کے پیچھے نہیں کرتا تو وہ منافق اور دوغلا ہے۔ ہاں اگر اس قسم کی گفتگو ضرورتاً لاحق ہو جائے تو اجازت دی گئی ہے۔

تیرھویں آفت: مدح وستائش کرنا

لوگوں کی مدح وستائش کرنا زبان کی تیرھویں آفت ہے اور تعریف میں غلو کرنا یہ بھی آفت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے مخلوق کی تعریف میں غلو کیا قیامت کے دن اس کی زبان اتنی لمبی ہوگی کہ زمین سے لگ جائے گی اور وہ اس کو روندتا ہوا گر پڑے گا۔ ایک شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کسی شخص کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس کہ اس کی گردن ماردی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر تجھے کسی کی مدح کرنا ضروری ہے تو یوں کہہ کہ میں ایسا سمجھتا ہوں اور عنداللہ اس کو عیب سے بُرا خیال کرتا ہوں اگر تو اس خیال میں سچا ہے تب اس کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔

تعریف کے نقصان کو بیان کرتے ہوئے ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اگر کوئی شخص تیز چھری لے کر کسی کے پاس جائے تو اس سے بہتر ہے کہ اس کے سامنے اس کی تعریف کی جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تعریف سن کر خوش ہونے کی بجائے تعریفی کلمات سے بے زاری اختیار کی جائے۔ لوگوں نے ایک بزرگ کی تعریف کی وہ کہنے لگے یا الٰہی! یہ شخص میرا قرب اس چیز کے وسیلے سے ڈھونڈ رہا ہے جس سے میں بے زار ہوں اور تیری بارگاہ کی تعریف کا خواہاں ہوں''۔ کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا: بارالٰہا! مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا اس بات پر جو یہ لوگ کہتے ہیں اور میری اس خطا کو بخش دینا جس کو یہ لوگ نہیں جانتے اور مجھ کو یہ لوگ جیسا سمجھتے ہیں اس سے بہتر فرمادے۔ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو دل سے دوست نہیں رکھتا تھا اس نے نفاق سے آپ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا: تو نے زبان سے جو کچھ مجھے کہا میں اس سے کم تر ہوں اور دل میں تو مجھے جیسا سمجھتا ہے اس سے میں بہتر ہوں۔

تعریف کرنے والے کی خرابیاں یہ ہیں:

(۱) ایسی باتیں بیان کی جاتی ہیں جو واقع کے خلاف ہوتی ہیں اور جن کا ممدوح میں نشان بھی نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہ صریح جھوٹ ہے جو کبیرہ گناہ ہے۔

(۲) محبت وہمدردی کا اظہار کرتے ہیں جب کہ دل میں کچھ محبت نہیں ہوتی اور یہ صریح رِیا اور نفاق ہے جو گناہ وحرام ہے۔

(۳) اٹکل کے تیر چلائے جاتے ہیں اور جو بات یقینی طور پر معلوم نہیں، اندازے وگمان کی بنا پر ان کو واقعی ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہ آپ بڑے متقی ہیں، نہایت منصف ہیں حالاں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کسی کی مدح کرنی ہو تو یوں کہا کرے کہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ ایسے ہیں کیوں کہ ظنی (خیالی) باتوں کو واقعی بنانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

(۴) اگر ظالم اور فاسق کی مدح کی جاتی ہے اور وہ اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے تو فاسق کو خوش کرنے والا مدح خواں بھی فاسق اور نافرمان ہوا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ فاسق کی تعریف سے اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ اٹھتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم فاسق کو سراہتے ہو تو خدائے تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فاسق کی زندگی وعمر کی زیادتی کی دعا کرنے والا شخص بھی فاسق ہے کیوں کہ وہ چاہتا ہے کہ فسق وفجور قائم اور دنیا میں مدت تک باقی رہے۔ ظالم اور فاسق شخص کی تو مذمت کرنی چاہیے تاکہ گھبرا کر وہ ظلم ومعصیت چھوڑ دے نہ کہ تعریف۔ لہٰذا اگر کسی شخص ک کوئی تعریف کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے اعمال اور خطرات ووساوس کا دھیان کرے اور سوچے کہ اللہ جانے خاتمہ کس حالت پر ہونا ہے۔ اگر واقعی یہ خوبیاں جو یہ شخص بیان کر رہا ہے اگر مجھ میں موجود بھی ہیں تو بھی ان کا کیا اعتبار نیز اپنی باطنی بیماریوں اور عیوب پر نظر کرے اور خیال کرے کہ مجھ میں بہت سے پوشیدہ عیب ایسے ہیں کہ اگر مداح کو معلوم ہو جائیں تو میری مدح کبھی نہ کرے گا۔ غرض کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہو بلکہ اس کو دل سے مکروہ سمجھے۔

اپنی تعریف آپ کرنا بھی اچھا نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ''اپنی جانوں کو اچھا نہ بتاؤ، خدا خوب جانتا ہے کہ تم میں نیکو کار کون ہے۔''
(احکامِ شریعت، حصہ اول، ص ر ۳۷، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ)

چودھویں آفت: شعر گوئی

زبان کی چودھویں آفت شعر گوئی ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے ،ترجمہ: ''اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں، کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔'' (پ ۱۹، شعراء، آیت ۲۲۴۔۲۲۶)

اشعار علی الاطلاق تو حرام نہیں ہیں کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اشعار پڑھے گئے ہیں اور آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ کافروں کو جواب دیں اور ان کی ہجو کریں لیکن وہ شعر جس میں جھوٹ کا دخل ہو یا وہ کسی کی ہجو ہو یا جھوٹی تعریف ہو تو یہ درست نہیں ہے لیکن جو تشبیہ کے طور پر کہا گیا ہے وہ شعر درست ہے کہ تشبیہ شعر کی صفت ہے کیوں کہ اس سے مقصود دروغ گوئی نہیں ہوتی ہے۔ ایسے اشعار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پڑھے گئے ہیں۔

اشعار اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی۔ اگر اللہ عزوجل ورسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے اشعار ہوں یا ان میں حکمت کی باتیں ہوں، اچھے اخلاق کی تعلیم ہو تو اچھے ہیں اور اگر لغو و باطل پر مشتمل ہوں تو بُرے ہیں۔

خاموشی کا ثواب

زبان کی آفتوں سے باخبر ہونے کا بعد کوئی تدبیر خاموشی سے بہتر نہیں ہے۔ پس حتی الامکان انسان کو چاہیے کہ یاوہ گوئی اور فضول باتوں سے پرہیز کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ مزید فرمایا جس کو شکم، فرج اور زبان کے شر سے محفوظ رکھا گیا وہ سب چیزوں سے مامون رہا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل بہتر ہے تو آپ نے دہن مبارک سے پاک زبان باہر نکال کر اس پر انگلی رکھی یعنی خاموشی۔ اسی وجہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے منہ میں کنکریاں رکھ لیتے تھے تا کہ بات نہ کر سکیں۔ شیخ ربیع بن خثیم نے

بیس سالوں تک دنیا کی کوئی بات نہیں کی وہ صبح کو اُٹھتے تو قلم اور کاغذ لے کر جو بات کہنا ہوتی اس کو لکھ لیتے اور اس کا حساب دل میں کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ کیا میں تم کو ایک بہت ہی آسان عبادت کی خبر دوں؟ وہ زبان کی خاموشی اور نیک عادت ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: جو کوئی خداوند تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان لایا ہے اس سے کہہ دو کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ہم کو کچھ سکھائیے تا کہ بہشت میں ہم کو جگہ ملے۔ آپ نے فرمایا کہ ہرگز بات نہ کرو، لوگوں نے کہا کہ یہ تو ہم سے نہیں ہوسکتا۔ تو آپ نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو سوائے نیک بات کے زبان سے کچھ اور نہ نکالو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادتیں دس ہیں ان میں سے نَو تو خاموشی میں ہیں اور دسویں لوگوں سے بچنا اور گریز کرنا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زبان سے زیادہ اور کوئی چیز قید کرنے کے لائق نہیں ہے۔

غرض کہ خاموشی کی بہت فضیلت ہے اور اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی بہت بڑھ جاتی ہے کہ زبان کی آفتیں بھی بہت ہیں۔ پس خاموشی ہی کے ذریعے انسان زبان کے وبال سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو زبان کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆☆☆

استفادۂ خصوصی

(۱) کیمیائے سعادت، از: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمہ
(۲) خطبات غزالی، از: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمہ، مترجم: ڈاکٹر سید عامر گیلانی
(۳) مکاشفۃ القلوب، از: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمہ
(۴) برکات شریعت، مجلد، مولانا محمد شاکر علی نوری (امیر سنّی دعوت اسلامی)